شمارہ نمبر ۱

جون/جولائی ۲۰۱۷ء

وَقُلْ جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ۚ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا

دو ماہی مجلّہ

الاجماع



رمضان ایڈیشن

★ ۲۰ رکعت تراویح پر کفایت اللہ سنابلی کے اعتراضات کے جوابات

★ عیدین کی رات میں عبادت، احادیث کی روشنی میں

★ عورتوں کا اعتکاف گھر میں افضل ہے ارشاد الحق اثری کے مضمون کا تحقیقی جائزہ

ناشر: الاجماع فاؤنڈیشن



النعمان سوشل میڈیا سروسز

کی فخریہ پیشکش

دفاع احناف لائبریری

سینکڑوں کتب کا بیش بہا ذخیرہ

ماخوذ: مجلہ الاجماع

عیدین کی رات میں عبادت کرنے کی فضیلت ثابت ہے۔

مفتی ابن اسماعیل المدنی

سوال: کیا عیدین کی رات میں عبادت کرنے کی کوئی خاص فضیلت ثابت ہے ؟ فرقہ اہل حدیث والے کہتے ہیں کہ اس رات میں عبادت کرنے کی کوئی خاص فضیلت ثابت نہیں، اس لئے یہ بدعت ہے۔

الجواب: حامداًومصلیاًومسلماً : عیدین کی راتوں کو، ذکر اللہ، نماز، تلاوت قرآن مجید، استغفار وغیرہ طاعات کے ذریعہ زندہ کرنا مستحب ہے۔

چنانچہ امام ابن ماجہؒ (م۲۷۳ھ) اپنی "سنن" میں فرماتے ہیں کہ

حدثنا ابو احمد المرار بن حمویہ، قال حدثنا محمد بن المصفی، قال حدثنا بقیۃ بن الولید، عن ثور بن یزید، عن خالد بن معدان، عن أبی امامۃ عن النبی ﷺ قال: من قام لیلتی العیدین محتسباً للہ لم یمت قلبہ یوم تموت القلوب۔

نبی کریم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں : جو عیدین کی رات کو قیام کرے گا، (اور بعض روایتوں میں عیدین کی راتوں کو زندہ کرنے کا لفظ آیا ہے) اللہ تعالیٰ سے ثواب کی امید کرتے ہوئے، اس کا دل اس دن نہیں مرے گا، جس دن کے دل مردہ ہو جائیں گے۔ اس حدیث کے تمام راوی ثقہ ہیں۔ (حدیث نمبر ۱۷۸۲)

لیکن بقیہ بن الولیدؒ (م۱۹۷ھ) کی وجہ سے اس حدیث کی سند پر محدثین نے کلام کیا ہے۔ اور وہ کلام یہ ہے کہ ان کی عادت تھی کہ وہ سند کے ضعیف راویوں کو چھپا لیتے تھے۔ اور اسی بات کو بہانہ بنا کر فرقہ اہل حدیث والے کہتے ہیں کہ عیدین کی رات میں عبادت کرنے کی کوئی خاص فضیلت ثابت نہیں۔

ہم ان شاء اس کے دس جوابات دیں گے۔

جواب نمبر۱ یہ ہے کہ:

بقیہ بن الولید کی تدلیس کی وجہ سے محدثین نے ان پر کلام کیا ہے، لیکن اسی حدیث میں بقیہ بن الولید کے استاد خالد بن معدانؒ (م۱۰۳ھ) جو کہ تابعی (یعنی صحابی کے شاگرد) ہیں ان سے یہی حدیث دوسری صحیح سند سے بھی منقول ہے۔ دیکھئے: (فضائل شهر رجب للخلال، حدیث نمبر ۱۷)

اس روایت کے الفاظ یہ ہیں :" **قال ابو محمد الخلال[66] حدثنا عمر بن أحمد بن هارون المقرئ[67] ثنا أحمد بن الحسن الفقيه[68] ثنا الحسن بن علي[69] ثنا سويد بن سعيد[70] ثنا سلمة بن موسى الأنصاري[71] بالشام عن أبي موسى الهلالي[72] عن خالد بن معدان[73]**

---

[66] هو الإمام، الحافظ، المجود، محدث العراق، الثقة، أبو محمد الحسن بن أبي طالب الخلالؒ (المتوفى: ۴۳۹ھ)۔ (سیر أعلام النبلاء: ج۱۷: ص ۵۹۳)

[67] هو الثقة، الصالح، عمر بن أحْمَد بن هارون، أَبُو حفص الآجُرّيُ البغداديُ المقرئؒ (المتوفى: ۳۸۲ھ)۔ (تاريخ الإسلام: ج۸: ص ۵۳۶)

[68] هو الإِمَامُ، المُحَدِّثُ، الحَافِظُ، الفَقِيْه، المُفْتِي، شَيْخُ العِرَاق أحمد بْن سلْمان بْن الْحَسَن، أَبُو بَكْر النَّجاد ؒ (المتوفى: ۳۴۸ھ)۔ (سیر أعلام النبلاء: ج۱۵: ص ۵۰۲)

[69] هو الإمام، الحافظ، المجود، البارع، محدث العراق، أبو علي الحسن بن علي المعمريؒ (المتوفى: ۲۹۵ھ)۔ (سیر أعلام النبلاء: ج۱۳: ص ۵۱۰)

قال: خمس ليال في السنة من واظب عليهن رجاء ثوابهن وتصديقا بوعدهن أدخله الله الجنة أول ليلة من رجب يقوم ليلها ويصوم نهارها وليلة النصف من شعبان يقوم ليلها ويصوم نهارها وليلة الفطر يقوم ليلها ويصوم نهارها وليلة الأضحى يقوم ليلها ويصوم نهارها وليلة عاشوراء يقوم ليلها ويصوم نهارها"۔

جواب نمبر۲ یہ ہے کہ :

صحابی حضرت ابو درداءؓ سے بھی یہی بات ثابت ہے۔

اخبرنا الربيع قال أخبرنا الشافعي قال أخبرنا ابرهيم بن محمد قال أخبرنا ثور بن يزيد عن خالد بن معدان عن أبي الدرداء ﷺ به۔ (الام للامام الشافعي رحمہ اللہ حديث ۱/۲۶۴)

اس کی سند میں ایک راوی ابراہیم بن محمد ابو یحیٰ ہیں، جن پر کلام ہے۔

لیکن اس راوی ابراہیم بن محمد کے بارے میں فرقہ اہل حدیث کے مشہور محدث، علامہ مبارکپوریؒ کہتے ہیں کہ ابراہیم بن ابی یحیٰ کو اگرچہ قطان نے کذاب کہا ہے، مگر امام شافعیؒ نے ان کی توثیق کی ہے، اور کہا ہے کہ یہ حدیث میں ثقہ ہیں، اور امام ممدوح نے ان سے بہت سی حدیثیں روایت کی ہیں اور سفیان ثوری اور ابن جریج اور بڑے بڑے محدثین نے ان سے حدیثیں روایت کی ہیں، ابن عقدہؒ کہتے ہیں کہ میں نے ابراہیم بن یحیٰ کی حدیث میں غور و فکر کیا اور اس کو دیکھا تو معلوم ہوا وہ منکر الحدیث نہیں ہیں، ابن عدیؒ نے کہا کہ میں نے بھی ان کی حدیثوں کو بہت دیکھا لیکن کوئی حدیث منکر نہیں پائی، حوالہ کیلئے دیکھئے میزان

---

[70] ان کا نام "سويد بن سعيد بن سهل، الهروی الحدثانی (المتوفی: ۲۴۰ھ)" ہے۔ یہ مسلم کے راوی ہے اور جمہور کے نزدیک ثقہ ہے۔ اور اپؒ کا آخری عمر میں اختلاط ہو گیا تھا۔ لیکن امام لاحافظ ابو نعیمؒ (م ۴۳۰ھ) نے "الحسن بن علي المعمري ثنا سويد بن سعيد" کی سند کو صحیح کہا ہے۔ (المسند المستخرج علی صحیح الإمام مسلم لأبي نعيم: ج ۲ : ص ۱۳۰، نماز میں ہاتھ باندھنے کا حکم اور مقام : ص ۴۹) یعنی ' امام لاحافظ ابو نعیمؒ (م ۴۳۰ھ) ' کے نزدیک الحسن بن علی المعمری نے سوید بن سعید سے اختلاط سے سماع کیا تھا جیسا کہ زبیر علی زئی صاحب کا اصول ہے۔ (مقالات : ج ۶ : ص ۱۴)

[71] سلمة بن موسى الأنصاري بھی ثقہ ہے۔ حافظ قاسم بن قطلوبغاؒ (م ۸۷۹ھ) نے ان کو ثقات میں شمار کیا ہے اور امام احمدؒ کہتے ہیں کہ 'ما أرى به بأساً' ۔ (کتاب الثقات للقاسم بن قطلوبغاؒ : ج ۵ : ص ۱۷)

[72] ابو موسی الھلالیؒ بھی مقبول راوی ہے۔ ابن حبانؒ (م ۳۵۴ھ) نے آپ کو کتاب الثقات میں شمار کیا ہے۔ (رقم ۱۱۹۷۶) امام ابو داودؒ (م ۲۷۵ھ) نے آپ کی روایت پر سکوت اختیار کیا ہے (حدیث نمبر ۲۰۵۹، ۲۰۶۰) اور ان کا سکوت اہل حدیثوں کے نزدیک روایت کے معتبر ہونے کی دلیل ہے دیکھئے : ص ۵۳۔ (یعنی ان کے اصول کے مطابق امام ابو داودؒ (م ۲۷۵ھ) اس روایت کو معتبر مانتے ہیں۔ اور جب کسی حدیث کو کوئی محدث یا امام صحیح قرار دے، تو ان کا صحیح کہنا کفایت صاحب، علی زئی اور دوسرے اہل حدیث کے نزدیک اس حدیث کے ہر ہر راوی کی توثیق ہوتی ہے۔ (نماز میں ہاتھ کہاں باندھیں /۱۷، انوار البدر /۲۷) ، اسی طرح امام بخاریؒ نے اپنی تاریخ الکبیر ۷/۳۸۹ میں اس راوی کا ذکر کیا اور کوئی جرح نہیں، اور غیر مقلدین کے نزدیک یہ امام بخاریؒ کی طرف راوی کی توثیق ہوتی ہے۔ (میزان مناظرہ ۲/۱۱۱)، امام الحافظ ابن حجرؒ (م ۸۵۲ھ) نے فتح الباری میں ان کی حدیث کو نقل کیا ہے اور اس پر سکوت کیا ہے۔ (ج ۹ : ص ۱۴۸) یعنی اس کو صحیح یا ضعیف نہیں کہا ہے ، اور خود کفایت اللہ صاحب ابن حجرؒ کے سکوت کے بارے میں کہتے ہیں کہ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ حافظ ابن حجرؒ کے نزدیک بھی یہ حدیث صحیح یا کم از کم حسن ہے۔ (انوار البدر /۱۴۵) اسی طرح عبد المنان نور پوری نے بھی یہ بات کہی ہے۔ (تعداد تراویح ۲۲۷) اور جب کسی حدیث کو کوئی محدث صحیح قرار دے ، تو ان کا صحیح کہنا اہل حدیثوں کے نزدیک اس حدیث کے ہر ہر راوی کی توثیق ہوتی ہے جیسا کہ گزر چکا۔ لہذا یہ راوی خود اہل حدیث حضرات کے اپنے اصول کی روشنی میں معتبر ہے۔

[73] خالد بن معدان (م ۱۰۳ھ) بھی ثقہ عابد ہے۔ (تقریب : رقم ۱۶۷۸)

الاعتدال، پس جب ابراہیم بن ابی یحیٰ کے بارے میں امام شافعیؒ، ابن عقدہ اور ابن عدی کا یہ قول ہے **تو ان کی کسی حدیث کے استشہاداً (یعنی بطور سپورٹ کے) ذکر کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔** (القول السدید: ص۳۷)

معلوم ہوا کہ اہل حدیثوں کے نزدیک ابراہیم بن محمد ابو یحیٰ کی حدیث کو سپورٹ میں ذکر کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

ہم نے یہاں پر بھی ان کی حدیث کو سپورٹ میں ہی ذکر کیا ہے۔[74] اس ابراہیم بن محمد ابو یحیٰ کی حدیث سے کم سے کم بقیہ بن الولیدؒ پر تدلیس کا الزام باطل ہو جاتا ہے۔

جواب نمبر۳ یہ ہے کہ :

مشہور محدث الحسن بن سفیان نے بھی اپنی مسند میں دوسرے صحابی حضرت عبادہؓ سے یہ حدیث روایت کی ہے۔ (التلخیص الجبیر ۲/۱۹۱/ حدیث:۶۷۶)[75] اس سند سے بقیہ بن الولیدؒ کی روایت کی تائد ہوتی ہے۔

جواب نمبر۴ یہ ہے کہ

حضرت مکحولؒ جو کہ تابعی ہیں ان سے بھی یہی حدیث مروی ہے۔ امام دار قطنیؒ (م۳۸۵ھ) اس کو محفوظ کہتے ہے۔ان کے الفاظ یہ ہیں: **والمحفوظ أنه موقوف علی مکحول۔** (العلل للدار قطنی، حدیث /۲۷۰۳)[76] اس سے بھی بقیہ بن الولیدؒ کی روایت کی تائد ہوتی ہے۔

جواب نمبر۵ یہ ہے کہ

حضرت امام عبد اللہ ابن المبارکؒ (م۱۸۱ھ) جو تبع تابعی (یعنی صحابی کے شاگرد کے شاگرد)، بہت بڑے محدث اور امام اہل سنت ہیں، یہی حدیث ان کو بھی پہونچی تھی۔(البر والصلہ للحسین بن حرب: حدیث نمبر ۶۳، وسندہ صحیح الی ابن المبارک)[77]

---

[74] مزید تفصیل کے لئے دیکھئے : ص ۔

[75] حافظؒ کے الفاظ یہ ہیں : کہ '' وَرَوَاهُ الْحَسَنُ بْنُ سُفْيَانَ مِنْ طَرِيقِ بِشْرِ بْنِ رَافِعٍ عَنْ ثَوْرٍ عَنْ خَالِدٍ عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ وبشر منهم بِالْوَضْعِ ''۔اس کو نقل کرنے کے بعد حافظ ابن حجرؒ نے کہا ہے کہ اس حدیث کی سند میں بشر نامی راوی ہے، جس پر حدیثیں گڑھنے کا الزام ہے، مگر یہاں ابن حجرؒ سے بھول ہو گئی ہے، خود انہوں نے جرح و تعدیل کی اپنی ایک اور کتاب میں اس راوی کو صرف ضعیف کہا ہے، حدیثیں گڑھنے والا نہیں کہا ہے۔(دیکھئے تقریب التہذیب، رقم:۶۸۵)

بشر بن رافع نامی اس راوی سے امام بخاریؒ نے بھی اپنی کتاب الادب المفرد میں حدیث نقل کی ہے۔ معلوم ہوا اس سند سے یہ حدیث ضعیف تو ہے، لیکن سخت ضعیف نہیں۔

[76] امام دار قطنیؒ کے الفاظ یہ ہیں : وسئل عن حديث مكحول، عن أبي أمامة، قال: من أحيا ليلة الفطر، أو ليلة الأضحى، لم يمت قلبه إذا ماتت القلوب.
فَقَالَ: يَرْوِيهِ ثَوْرُ بْنُ يَزِيدَ، وَاخْتُلِفَ عَنْهُ؛
فرواه جرير بن عبد الحميد، عن ثور، عن مكحول، عن أبي أمامة.
قاله ابن قدامة وغيره، عن جرير.
ورواه عمر بن هارون، عن جرير، عن ثور، عن مكحول، وأسنده عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.
وَالْمَحْفُوظُ أنه موقوف عن مكحول.

امام عبد اللہ ابن المبارکؒ (م ۱۸۱ھ) بقیہ بن الولیدؒ (م ۱۹۷ھ) کے معاصر ہے۔لہذا ابن المبارکؒ کے قول سے بھی اس روایت میں بقیہؒ پر تدلیس کا الزام باطل ہے۔

جواب نمبر ۶ یہ ہے کہ :

امام الحافظ بوصیریؒ (م ۸۴۰ھ) جو خود بہت بڑے محدث ہیں، انہوں نے اس حدیث کو کئی سندوں سے منقول ہونے کی وجہ سے **قوی کہا ہے۔** (مصباح الزجاجۃ ۲/ ۸۵)[78]

جواب نمبر ۷ یہ ہے کہ :

الشیخ الإمامُ العالمُ العلامۃُ الْفَقِیہ مُحَمَّدبن مُفْلِحؒ (م ۷۶۳ھ) فرماتے ہیں کہ 'وھو حدیث حسن إن شاءاللہ تعالیٰ' وہ حدیث ان شاء اللہ حسن ہے۔(کتاب الفروع لا بن مفلح : ج ۲ : ص ۴۰۸)

جواب نمبر ۸ یہ ہے کہ:

علوم حدیث کے بڑے ماہر اور سلفی عالم، جنہیں شیخ ابن بازؒ (م ۱۴۲۰ھ) نے علامہ کا لقب دیا تھا، نور الدین عتر صاحب نے حدیث کے اصول کی روشنی میں کہا ہے کہ یہ حدیث ضعیف تو ہے، لیکن رات کو نماز پڑھنا اور عبادت کرنا، اس پر قرآن اور سنت متواترہ میں ابھارا گیا ہے اور دعاء وذکر کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنا یہ ایسے اعمال ہیں جن کی ترغیب تو ہر وقت اور ہر حال میں دی گئی ہے، جن میں عیدین کی راتیں بھی داخل ہیں۔

جس سے صاف طور پر پتہ چلتا ہے کہ اس حدیث سے کوئی نئی چیز ثابت نہیں ہوئی بلکہ ایک ایسے عمل کی فضیلت بیان ہوئی ہے جو شریعت کے اصول اور قرآن و سنت کی عام نصوص کے موافق ہے۔

لہذا اس حدیث پر عمل کے مستحب ہونے میں کوئی تردد نہیں۔[79]

---

[77] الفاظ یہ ہیں : حدثنا الحسين بن الحسن قال: سمعت ابن المبارك، يقول: بلغني أنه من أحيا ليلة العيد أو العيدين لم يمت قلبه حين تموت القلوب

[78] ان کے الفاظ یہ ہیں : هَذَا إِسْنَاد ضَعِيف لتدليس بَقِيَّة وَرُوَاته ثِقَات لَكِن لم ينْفَرد بِهِ بَقِيَّة عَن ثَوْر بن يزِيد فقد رَوَاهُ الْأَصْبَهَانِي فِي كتاب التَّرْغِيب من طَرِيق عمر بن هَارُون الْبَلْخِي وَهُوَ ضَعِيف عَن ثَوْر بِهِ وَله شَاهد من حَدِيث عبَادَة بن الصَّامِت رَوَاهُ الطَّبَرَانِي فِي الْأَوْسَط وَالْكَبِير والأصبهاني من حَدِيث معَاذ بن جبل فيقوى بِمَجْمُوع طرقه۔

[79] الفاظ یہ ہیں : وقد ذهب العلماء إلى أنه يستحب إحياء ليلتى العيدين بذكر الله تعالىٰ وغيره من الطاعات لهذا الحديث الضعيف لأنه يعمل به فى فضائل الاعمال كما قرر النووى، ونحن نعلم أن قيام الليل والتعبد فيه ورد الحض عليه فى القرآن والسنة المتواترة، والتقرب إلى الله تعالىٰ بالذكر والدعاء ونحوهما مرغب فيه كل الاوقات والاحوال، وكل ذلک يشمل بعمومه ليلتى العيدين اللتين لهما من الفضل ما لهما۔

وهذا يوضح تماماً أن الحديث لم يشرع شيئا جديداً، إنما جاء بجزئية موافقة لأصول الشريعة ونصوصها العامة، مما لا يدع أى مجال للتردد فى استحباب العمل به والأخذ بمقتضاه۔ (منہج النقد فی علوم الحدیث: ص ۲۹۶)

نیز فضائل اعمال کے باب میں، ایسی ضعیف حدیث پر عمل کرنے کی شیخ البانیؒ (م ۱۴۲۰؁ھ) کے نزدیک بھی گنجائش ہے، جس میں کسی ثابت شدہ عمل کا کوئی خاص اجر و ثواب بیان کیا گیا ہو۔[80] شیخ الابانیؒ کے اس اصول کے لحاظ سے بھی عیدین میں عبادت والی حدیث مقبول ہے۔

جواب نمبر ۹ یہ ہے کہ:

اسلاف کے زمانہ سے اس حدیث پر عمل چلا آرہا ہے۔

حافظ ابو محمد موفق الدین عبد اللہ بن احمد بن محمد بن قدامۃؒ (م ۶۲۰ھ) کے نزدیک بہت سے سلف سے یہ بات منقول ہے کہ وہ اس کو مستحب سمجھتے تھے کہ رمضان کے آخری عشرہ کا اعتکاف کرنے والا عید کی رات کو مسجد ہی میں قیام کرے، اور پھر وہیں سے عید گاہ جائے، تاکہ اس رات کو عبادت کے ذریعہ زندہ کرے۔ (المغنی لابن قدامۃ ۳/۲۰۸،[81] کشف القناع ۲/۵۲)

حافظ ابن حجرؒ کہتے ہیں کہ امیر المومنین حضرت عمر بن عبد العزیزؒ نے عدی بن ارطاۃؒ کو لکھا ہے کہ تمہیں چار راتوں میں (عبادت کا خاص) اہتمام کرنا چاہئے، ان میں اللہ تعالیٰ رحمت برساتے ہیں، جن میں عیدین کی راتیں بھی ہیں۔ (التلخیص الحبیر ۲/۱۹۱، ح:۶۷۶، الترغیب والترھیب للأصبھاني : ج ۲ : ص ۳۹۳ و اسنادہ لیّن)

جواب نمبر ۱۰ یہ ہے کہ : چاروں مسلکوں میں اس کو مستحب قرار دیا گیا ہے۔

فقہ حنفی کی کتاب میں ہے :

"وندب إحياء ليلة العيدين الفطر والاضحى لحديث من أحيا ليلة العيد أحيا قلبه يوم تموت القلوب" یعنی مستحب ہے، عیدین کی راتوں کو زندہ کرنا مذکورہ بالا حدیث کی وجہ سے۔ (مراقی الفلاح /۱۵۰)

فقہ مالکی کی کتاب میں ہے :

---

[80] أنني أفهم من قولهم۔۔۔في فضائل الاعمال أي الاعمال التي ثبتت مشروعيتها بما تقوم الحجة به شرعاً ويكون معه حديث ضعيف يسمى أجرا خاصاً لمن عمل به ففي مثل هذا يعمل به في فضائل الاعمال لانه ليس فيه تشريع ذلك العمل وإنما فيه بيان فضل خاص يرجى أن يناله العامل به، وعلى هذا المعنى حمل القول المذكور بعض العلماء كالشيخ على القاري رحمه الله، فقال في المرقاة ۲/۳۸۱ :"قوله: إن الحديث الضعيف يعمل به في الفضائل وإن لم يعتضد إجماعاً كما قاله النووي محله الفضائل الثابت من كتاب أو سنة"۔ وعلىٰ هذا فالعمل به جائز إن ثبت مشروعية العمل الذي فيه بغيره مما تقوم به الحجة۔ (تمام المنۃ /۳۵)

[81] ان کے الفاظ یہ ہیں : ومن اعتكف العشر الأواخر من رمضان، استحب أن يبيت ليلة العيد في معتكفه. نص عليه أحمد. وروي عن النخعي، وأبي مجلز، وأبي بكر بن عبد الرحمن، والمطلب بن حنطب، وأبي قلابة، أنهم كانوا يستحبون ذلك. وروى الأثرم، بإسناده عن أيوب، عن أبي قلابة، أنه كان يبيت في المسجد ليلة الفطر، ثم يغدو كما هو إلى العيد، وكان -يعني في اعتكافه- لا يلقى له حصير ولا مصلى يجلس عليه، كان يجلس كأنه بعض القوم. قال: فأتيته في يوم الفطر، فإذا في حجره جويرية مزينة ما ظننتها إلا بعض بناته، فإذا هي أمة له، فأعتقها، وغدا كما هو إلى العيد. وقال إبراهيم: كانوا يحبون لمن اعتكف العشر الأواخر من رمضان، أن يبيت ليلة الفطر في المسجد، ثم يغدو إلى المصلى من المسجد.

"(وندب)۔۔۔(إحياء ليلته) أي العيد بالعبادة من صلاة وقراءة قرآن وذكر واستغفار"۔ (منح الجليل شرح مختصر الخليل ۱/۴۶۳)

فقہ شافعی کی کتاب میں ہے :

"ويستحب ليلتي العيد بالعبادة"۔(نہایۃ المحتاج إلی شرح المنہاج ۲/۳۹۷)

فقہ حنبلی کی کتاب میں ہے کہ :

" (إن كان المعتكف فرغ من اعتكافه قبل ليلة العيد ,استحب له المبيت ليلة العيد في المسجد) ليحييها "رمضان کے اخیری عشرہ کا اعتکاف کرنے والے اور عید کی رات مسجد ہی میں بتانا مستحب ہے تاکہ اس رات کو عبادت کے ذریعہ زندہ کرے ۔(کشف القناع عن متن الاقناع ۲/ ۵۲)

بلکہ اس حدیث پر عمل کرنے پر فقہاء کا اتفاق نقل کیا گیا ہے۔ چنانچہ ' الموسوعۃ الکویتیہ ' میں ہیں کہ

"اتفق الفقهاء على انه يندب قيام ليلتي العيدين لقوله ﷺ: من قام ليلتي العيدين محتسبا لله لم يمت قلبه يوم تموت القلوب " فقہاء کا اتفاق ہے کہ اس حدیث پر عمل کرتے ہوئے عیدین کی رات کو عبادت کے ذریعہ زندہ کیا جائے۔(الموسوعۃ الکویتیہ ۳۴/۱۲۳)

معلوم ہوا کہ اس حدیث پر بقول ابن قدامہؒ کے سلف کا اور چاروں مسالیک کا عمل ہے یعنی اس حدیث پر اہل علم کا عمل ہے **اور جب کسی حدیث پر اہل علم کا عمل ہوتا اور تو وہ حدیث تعامل اہل علم کی وجہ غیر مقلدین کے نزدیک صحیح ہوجاتی ہے**۔(فتاوی نذیریہ: ج۳ : ص ۴۱۱) اس لحاظ سے بھی غیر مقلدین کا اعتراض باطل ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ :

عیدین کی راتوں کو اللہ کی عبادت کے ذریعہ زندہ کرنا مستحب ہے۔

حدیث شریف میں اس کی فضیلت آئی ہے۔

وہ حدیث اصول حدیث کے مطابق قابل قبول اور حسن درجہ کی ہے۔

نیز سلف کا اس پر عمل رہا ہے، جس سے اس حدیث کو مزید تقویت ملتی ہے۔

چاروں مسلکوں میں اسے مستحب قرار دیا گیا، معلوم ہوا امت کی اکثریت اس عمل کو مستحب سمجھتی ہے۔اس لئے اسے بدعت قرار دینا، سلف کے زمانہ سے لے کر آج تک کی اکثر امت کو گمراہ قرار دینا ہے۔